© rasailojaraid.com

نقد و نظر

شاہانِ اودھ کے کتب خانے :

نوشتہ : ڈاکٹر اے اشپرنگر

مترجمہ و مرتبہ : محمد اکرام چغتائی

شائع کردہ : انجمن ترقی اردو۔ بابائے اردو روڈ ۔ کراچی ۱

صفحات : ۲۰۸ ۔ کتابت، کاغذ، طباعت عمدہ ۔ قیمت : آٹھ روپے ۔

برصغیر پاک و ہند وہ خطہ ارض ہے جس میں مسلمانوں نے تقریباً ایک ہزار برس تک حکومت کی اور اس طویل مدت میں مختلف خاندانوں کے حکمرانوں نے یہاں اپنا پرچم اقتدار لہرایا۔ جو حکمران بھی اس کے تخت و اورنگ پر متمکن ہوتے، ان میں سے بیشتر کو کتابیں جمع کرنے کا شوق تھا۔ وہ باقاعدہ مختلف عنوانات سے متعلق کتابوں کا مطالعہ کرتے اور ان کو علما و فقہا سے پڑھتے۔ پھر ہر بادشاہ اپنے پیش رو کے کتب خانے میں اضافہ کرتا۔

جب مغلیہ سلطنت زوال کا شکار ہوئی اور اس کی مرکزی حیثیت کمزور پڑ گئی تو ملک میں متعدد خود مختار ریاستیں معرضِ وجود میں آئیں، جن میں شاہانِ اودھ کی سلطنت بھی شامل ہے۔ اس کے سلاطین کو تو کتابیں جمع کرنے کا بہت ہی شوق تھا۔

زیرِ نظر کتاب میں یہ تمام معلومات خاصی تفصیل سے بیان کی گئی ہیں۔ یہ کتاب درحقیقت ڈاکٹر اشپرنگر کی ان تین رپورٹوں پر مشتمل ہے جو اس نے شاہانِ اودھ کے کتب خانوں کے متعلق مرتب کیں۔ اس نے پہلی رپورٹ ۶ جون ۱۸۴۸ء کو، دوسری یکم اکتوبر ۱۸۴۸ء اور تیسری ۱۳ مارچ ۱۸۴۹ء کو پیش کی۔

اس کے مترجم جناب محمد اکرام چغتائی نے اس پر ایک مقدمہ بھی لکھا ہے جو نہایت بیش قیمت اور عمدہ معلومات کا حامل ہے۔ کہنا چاہیے کہ یہ مقدمہ درحقیقت پوری کتاب کی جان ہے۔ اس میں وہ لکھتے ہیں کہ "سلاطین کی ذاتی دلچسپی سے شاہی کتب خانوں میں تقریباً تین لاکھ کتابوں کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ذخیرہ جمع تھا اور اس ذخیرۂ کتب میں عرب و عجم سے بھی بیش بہا مخطوطات تلاشِ بسیار کے بعد اکٹھے کیے گئے تھے"۔ مگر نہایت افسوس کی بات ہے کہ بقول لائق مترجم کے "جب اس سلطنت کے پائے استقلال میں لرزش پیدا ہوئی اور سیاسی عدمِ استحکام کی وجہ سے لوٹ کھسوٹ کا دور شروع ہوا تو ان کتب خانوں کے نوادر پر بھی بُری طرح ہاتھ صاف کیا گیا۔ اس قومی بے حسی کا یہ نتیجہ نکلا کہ جب ڈاکٹر اشپرنگر ۱۸۴۸ء میں ان کتب خانوں کی فہرست سازی کے لیے لکھنؤ پہنچا تو وہاں صرف دس ہزار مجلدات انتہائی ناگفتہ بہ حالت میں محفوظ تھیں"۔

ان کتابوں میں عربی، فارسی، ترکی اور پشتو کی کتابیں بھی موجود تھیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ کتابیں کہاں گئیں۔ بات یہ ہے کہ کچھ ذخیرۂ کتب تو ۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں لوٹا گیا، کچھ کو انگریزوں نے نذرِ آتش کر دیا۔ علاوہ ازیں شاہی کتب خانوں کی بہت سی کتابیں انگلستان بھیج دی گئیں۔ کتاب کے لائق مترجم اور مقدمہ نویس اس سلسلے میں لکھتے ہیں کہ:

"ایلیٹ (جس کو ڈاکٹر اشپرنگر نے یہ رپورٹ پیش کی) مختلف ذرائع سے حاصل کردہ ان تمام کتابوں کو اپنے ساتھ انگلستان لے گیا جو بعد میں اس کے نامکمل مسودات خطوط اور اہم دستاویزات کے ساتھ موزۂ برٹانیا میں جمع کر دی گئیں، چارلس ریو نے "فہرست مخطوطاتِ فارسی" (۳ جلد) میں بیشتر ایسے مخطوطات کا ذکر کیا ہے جن پر ایلیٹ کے دستخط اور شاہانِ اودھ کی مہریں موجود ہیں۔ علاوہ ازیں اشپرنگر نے ایلیٹ کے مملوکہ فارسی مخطوطات پر جو مقالہ ۱۸۵۷ء میں لکھا تھا، اس میں بعض قلمی نسخوں کے جس قدر ظاہری کوائف بیان کیے گئے ہیں وہ مذکورہ کتب خانوں کے نسخوں سے بالکل مشابہ ہیں"۔

یعنی کتابوں کی لوٹ کھسوٹ کا عمل ۱۸۵۷ سے پہلے ہی شروع ہو چکا تھا۔ پھر خود ڈاکٹر اشپرنگر نے ان کتب خانوں کے بہت سے نوادر اپنے قبضے میں کر لیے تھے، کیوں کہ وہ فہرست ساز کی حیثیت سے ان کتب خانوں پر پورا اختیار رکھتا تھا۔ فاضل مترجم کے بقول "ڈاکٹر موصوف ان کتب خانوں سے بہت سے قلمی نسخے اکٹھے کر کے اپنے ساتھ جرمنی لے گیا۔ وہاں پہنچتے ہی اس نے اپنے ذاتی کتب خانے کی ایک فہرست شائع کی اور پھر اپنا تمام کتب خانہ ۱۸۵۷ء میں برلن کے شاہی کتب خانے کے معتمد کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ بعد میں اس کو مؤخر الذکر کتب خانے کا ایک حصہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دیا گیا" لیکن دوسری جنگِ عظیم کے موقع پر اس کو ٹیوبنگن منتقل کر دیا گیا تھا۔ حالات معمول پر آئے تو اس ذخیرۂ کتب کو پھر برلن بھیج دیا گیا۔ اس میں بہت سے فارسی اور اردو قلمی نسخے موجود تھے ...... عربی مخطوطات کی تعداد ۱۴۰ تھی ...... اُن کے تقابلی مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اکثر نسخے شاہانِ اودھ کے کتب خانوں سے حاصل کیے گئے تھے۔"

یعنی برصغیر پاک و ہند کا بیش بہا اور عظیم الشان ذخیرۂ کتب صرف انگلستان ہی نہیں پہنچا، بلکہ اس کو جرمنی اور دیگر ممالک میں بھی بھیجا گیا۔

زیرِ نظر کتاب اپنے موضوع سے متعلق بہت سی تفصیلات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اس کا مقدمہ نہایت عمدہ ہے۔ ہمارے ملک کے تعلیم یافتہ طبقے کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیے تاکہ انھیں یہ معلوم ہو سکے کہ برصغیر پاک و ہند کے حکمران مختلف عنوانات پر مشتمل کتابیں جمع کرنے کے کس درجہ شائق تھے۔ پھر انھیں اس بات کا بھی پتہ چلے گا کہ اس ذخیرۂ علمی کو کس بے دردی سے لوٹا گیا اور کہاں کہاں منتقل کیا گیا۔

کلام شاہ اسمٰعیل شہید

ترتیب: محمد خالد سیف۔ ناشر: طارق اکیڈیمی۔ سٹریٹ ۳، جھنگ بازار لائل پور۔

صفحات: ۸۰، بہترین کتابت، عمدہ کاغذ، دیدہ زیب طباعت۔ قیمت ۲۵/۴ روپے

مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ گوناگوں اوصاف کے مالک تھے، وہ مجاہد فی سبیل اللہ بھی تھے، جید عالمِ دین بھی تھے۔ عظیم الشان مبلّغ اور کامیاب مقرر و واعظ بھی تھے، رفیع المرتبت مصنف بھی تھے، اونچے درجے کے صوفی بھی تھے اور بہترین شاعر بھی تھے۔ حال ہی میں جناب محمد خالد سیف صاحب نے ان کا فارسی اور اردو کلام جمع کیا ہے، جو طارق اکیڈیمی لائل پور کی طرف سے شائع کیا گیا ہے۔ اس پر ملک کے نامور محقق و عالم ڈاکٹر سید عبداللہ صاحب نے مقدمہ تحریر فرمایا ہے۔ حصہ اردو، مثنوی سلکِ نور، رسالہ بے نمازاں، نسخۂ قوتِ ایمان اور حصہ فارسی مثنوی سلکِ نور، قصیدہ در مدحِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، قصیدہ در مدحِ حضرت سید احمد شہید اور خاتمہ رسالہ رد الاشراک پر مشتمل ہے۔ مولانا شہید کا یہ کلام ہر شخص کے مطالعہ میں آنا چاہیے۔ اس سے معلوم ہوگا کہ وہ فارسی اور اردو کے کتنے بڑے ادیب تھے اور کس درجہ بے تکلفی سے شعر کہتے تھے۔ اس کی ایک خوبی یہ ہے کہ شاعری کے علاوہ اس میں علم کی بھی فراوانی ہے۔

© rasailojaraid.com